① ۵

الفن الاول

علم معانی

س نمبر 1: علم معانی کو علم بیان پر مقدم الخ

ج: مصنف نے علم معانی کو علم بیان پر مقدم اس وجہ سے کیا کیونکہ علم معانی بمنزلہ مفرد ہے اور علم بیان بمنزلہ مرکب کے ہے اور مفرد بالطبع لطبعًا مرکب پر مقدم ہوتا ہے اسی وجہ سے ماتن نے علم معانی کو علم بیان پر مقدم کیا

لان البیان علم یعرف الخ ص 56 آخری والی لائن

غرض: یہاں سے غرض شارح یہ ہے کہ یہ بتانا مقصد ہے کہ علم معانی بمنزلہ مفرد کے کس طرح ہے اور علم بیان 〃 مرکب 〃 〃 〃

علم معانی بمنزلہ مفرد کے کس طرح؟

علم معانی کی تعریف یہ ہے کہ وہ علم ہے جسکے ذریعے عربی لفظ کے ان احوال کو جانا جاتا ہے کہ جنکے ذریعے لفظ مقتضیٰ حال کے مطابق ہوتا ہے

علم بیان؟

البیان عِلْمٌ یُعْرَفُ بِهٖ اِیْرَادُ الْمَعْنَى الْوَاحِدِ

فی تراکیب مختلفۃ لغرض رعایۃ المطابقۃ لمقتضی الحال"

علم معانی میں ایک چیز ہے مقتضی حال کی مطابقت اور علم بیان میں دو چیزیں ہوتی ہیں ① معنی کو مختلف ترکیبوں سے کیسا لانا (۲) مقتضی حال کی مطابقت جسمیں ایک چیز ہوتی ہے وہ مفرد کے کلمہ میں ہوتی ہے اور جسمیں ایک سے زائد چیزیں ہوتی ہیں وہ کلمہ مرکبہ کے ہوتی ہے۔

پہلا سوال مکمل:

س 2: علم معانی کی تعریف؟

ج: وہ علم ہے جسکے ذریعے عربی لفظ کے ان احوال کو جانا جاتا ہے جنکے ذریعے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے

س 3: علم معانی کی تعریف میں مذکورہ لفظ علم کی وضاحت تحریر کریں؟

ج: "وھو علمٌ" میں علم سے مراد "ملکہ" ہے **ملکہ:** جسکی وجہ سے انسان امور جزئیہ کے ادراک پر قادر ہوجاتا ہے اسکو صناعۃ بھی کہا جاتا ہے۔

(3) (۳)

بیان خواص ان وضع هذا الفن

ترجمہ: وضاحت کرنا ترجمہ میں یہ ہے علم کا معنی ملکہ ہوتا ہے وہ اس طرح کہ علم معانی کے وضع کرنے والے نے چند اصول بلغاء کی تراکیب سے اخذ (نکالے) کر کے وضع کر دیے تو ان اصول کے بار بار ادراک (ان اصول کو بار بار جاننے سے) سے ایک ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان اس پر قادر ہو جاتا ہے کہ جس وقت چاہے ان اصول کو ذہن میں حاضر کر لے۔ اسی قوت کا نام علم ہوتا ہے

الا تری انك الخ

ترجمہ: علم کا معنی ملکہ ہے اس پر دلیل ،، ،، ،، ،، ،، وہ اس طرح کہ جب ہم کہیں گے کہ فلاں شخص علم نحو کو جانتا ہے تو یہاں علم کا معنی مسائل نہیں ورنہ مطلب یہ ہو گا کہ فلاں نحو کے تمام مسائل کو جانتا ہے جو کہ ممکن نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ فلاں کے ذہن میں ایک ایسی حالت بسیطہ اجمالیہ ہے جس کے ذریعے وہ ان نحو کے مسائل کا استحضار کرتا ہے۔

یجوز ان یرید الخ

یہ بھی جائز ہے کہ وھو علم میں علم سے مراد نفس اصول و قواعد ہوں کیونکہ اکثر مرتبہ علم کا اطلاق نفس اصول و قواعد پر کیا جاتا ہے

تیسرا سوال مکمل

س ۴/ یعرف کہا یعلم کیوں نہ کہا!

ج: مختصر الجواب

مصنف نے یعرف کہا نہ کہ یعلم اس وجہ سے کہ ملکہ سے جو امور جانے جاتے ہیں وہ جزئیات ہیں اور معرفت کا ادراک جزئیات میں ہوتا ہے اور علم کا ادراک کلیات میں ہوتا ہے اسی وجہ سے مصنف نے یعرف کہا (یہ جواب کافی و شافی ہے)

علم و معرفت میں فرق

① معرفت، جزئی و بسیط کے ادراک کا نام ہے اور علم کلی و مرکب کے ادراک کا نام ہے اسی وجہ سے معرفت اللہ کہا جاتا ہے نہ کہ علمت اللہ۔

۲/ معرفت مسبوق بالعدم کے ادراک کا نام ہے (یعنی پہلے نہ ہو پھر جانے) اور علم میں یہ نہیں ہوتا۔

(ی) پہلے ایک شئی کا ادراک آئے پھر وہ ادراک چلا جائے پھر دوبارہ اسی شئی کا ادراک آئے جو ادراک دوسری دفعہ آئے گا اسکا نام معرفت ہے اور علم میں یہ ضروری نہیں کہ پہلے ادراک آئے پھر وہ ادراک چلا جائے پھر دوسری مرتبہ ادراک آئے۔ اسی وجہ سے اللہ کو عالم کہا جاتا ہے نہ کہ اللہ عارف۔

دو اعتراض اور ان کا ایک ہی جواب

بہذا یندفع ما قیل الخ

پہلا اعتراض: اگر علم معانی کی تعریف میں احوال سے مراد جمیع احوال ہیں تو یہ محال ہے کیونکہ یہ غیر متناہی ہیں اور اگر بعض غیر معین احوال مراد ہیں تو یہ تعریف مجہول ہے جو کہ درست نہیں اور اگر بعض معین احوال مراد ہیں تو اسکی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض: کذا ما قیل

اگر احوال سے مراد کل احوال ہوں تو علم معانی کسی ایک کو بھی حاصل نہیں ہوگا اور اگر بعض احوال مراد ہوں تو علم معانی لیر اس شخص کو بھی حاصل ہو جائے گا جو ایک ادھ مسئلہ بھی جانتا ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے

(۵)
(۵۱)

جواب دونوں امتحانوں کا

ہماری مراد یہ ہے علم معانی وہ علم ہے جو ادراکات جزئیہ سے متعلق ہو

ادراکات جزئیہ: وہ مذکورہ احوال کی جزئیات میں سے ہر ہر فرد کو جاننا اس معنی کے ساتھ کہ ان جزئیات میں سے جو بھی فرد پایا جائے تو ہمارے لیئے ممکن ہو کہ ہم اس علم کو جان لے یہ ہماری مراد ہے۔ نہ کہ ہماری مراد یہ ہے کہ وہ جزئیات بالفعل ایک ہی مرتبہ حاصل ہو۔

چوتھا سوال مکمل

س ک) لفظ کے احوال سے کیا مراد ہے؟

ج: لفظ کے احوال سے مراد وہ امور ہیں جو لفظ کو عارض ہوتے ہیں جیسے تقدیم تاخیر تعریف تنکیر وغیرہ

کا بھی مکمل

س ۵) التی بھا الخ اس قید کو ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے؟

ج: التی بھا یطابق اللفظ مقتضی الحال یہ صفت ہے احوال (موصوف) کی۔

اس قید (التی بھا الخ) سے وہ احوال خارج ہوگئے جن سے مطابقت داخل نہیں ہوتی جیسے اعلال و تصحیح اور اعراب وغیرہ

اور نیز اس سے محسنات بدیعیہ یعنی کہ تجنیس
ترصیع وغیرہ خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ
حصول مطابقت کے بعد لائی جاتی ہے اور اس
قید سے علم بیان بھی خارج ہو گیا اس میں
مجاز اور حقیقت اور کنایہ وغیرہ کا ذکر
اس حیثیت سے نہیں ہوتا کہ لفظ مقتضی حال کے
مطابق ہو اور جب کہ علم معانی میں اس
حیثیت کا اعتبار کیا جاتا ہے

فان قلت اذا قلت الخ

غرض ایک اعتراض بیان کرنا ہے

اعتراض

علم معانی کی تعریف میں احوال لفظ سے مراد
تاکید ذکر، حذف وغیرہ ہے اور یہی
(// // // //) بعینہ اعتبار مناسب
ہے اور اعتبار مناسب مقتضی حال ہے جیسا کہ
صاحب مفتاح کے اس قول سے بھی سمجھا
جا رہا ہے وہ کہتے ہیں وہ حالت جو تاکید
ذکر حذف کو چاہتی ہے تو ماتن کا یہ قول
"احوال التی بھا یطابق اللفظ مقتضی الحال"
کیسے درست ہو سکتا ہے کیونکہ مقتضی حال
نہیں ہے مگر بعینہ یہی احوال ہیں۔

نقشہ کی صورت میں احوال لفظ سے مراد
(تاکید حذف + ذکر ہے)

اور مقتضی حال سے بھی تاکید ذکر حذف ہے۔
جو کہ اعتبار مناسب ہے

قلت الخ

جواب دینا غرض متن ہے۔
مصنف نے اس قول (بات) میں تسامح
کیا ہے کہ مقتضی حال وہ تاکید ذکر حذف
و غیرہ ہے۔

بناءً علی انها الخ

غرض متن تسامح کس وجہ سے ہوا وہ وجہ بیان کرنا
غرض شارح ہے۔
مصنف سے تسامح اس بنیاد پر ہوا ہے کہ
یہ تاکید، ذکر و غیرہ وہ احوال ہیں کہ
ان کی وجہ سے مقتضی حال ثابت ہوتا ہے۔
(مصنف نے اس لفظ وجہ سے یہ بات)
سمجھ لی کہ یہ (تاکید، ذکر و غیرہ)
مقتضی حال ہے یہ تسامح ہوا ہے)
حالانکہ مقتضی حال کلام مؤکد ہے اور
مقتضی حال یا کلام ہے جسمیں مسند الیہ کو ذکر کیا جائے
یا " " " " " " یا مسند کو
حذف کیا جائے۔

چھٹا بھی مکمل

سوال (6)

کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب (ترجمہ کی صورت میں)

کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونے کا مطلب یہ ہے وہ کلام جسکو متکلم وارد کر رہا ہے وہ اس کلام کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہو۔
مثال کے طور پر اِنَّ زیدًا قائم پر یہ صادق آتا ہے کہ یہ کلام مؤکد ہے اس کلام (ان زیدا قائم) میں اِنَّ تاکید لائی گئی ہے
اور زید قائم پر صادق آتا ہے کہ یہ فرد جزئی ہے اس کلام کی جسمیں مسند الیہ (زید) کو ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری مثال

الہلال واللہ پر یہ صادق آتا ہے کہ یہ فرد جزئی ہے اس کلام کلی کی جسمیں مسند الیہ (ھذا) کو حذف کر دیا گیا ہے۔

کلام کلی ' ھذا الہلال واللہ
فرد جزئی الہلال واللہ۔

سوال نمبر 7

احوال الاسناد الخبری

نمبر ۱ ع - م - ج

ع اعتراض یہ ہوا کہ آپ نے کہا کہ علم معانی سے لفظ عربی کے احوال معلوم ہوتے ہیں حالانکہ علم معانی سے معانی کے احوال بھی معلوم ہوتے ہیں تو ماتن نے فقط اتنا کیوں کہا کہ علم معانی سے لفظ کے احوال معلوم ہوتے ہیں؟

ج احوال اسناد خبری بھی لفظ کے احوال ہیں اس اعتبار سے کہ جملہ کا مؤکد یا غیر مؤکد ہونا یہ ایسا اعتبار ہے جو جملہ کی طرف لوٹتا ہے اور جملہ لفظ سے بنتا ہے

و تخصیص اللفظ الخ

نمبر ۲ ع - م - ج

ع علم معانی کی تعریف میں لفظ کے ساتھ عربی کی قید لگانا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے غیر عربی الفاظ نکل جاتے ہیں حالانکہ علم معانی کی تعریف میں غیر عربی الفاظ بھی داخل ہوتے ہیں

ج عربی کی قید محض اصطلاحی ہے اتفاقی ہے احترازی نہیں۔

سبق نمبر (8)

مصاحب مفتاح کی تعریف سے عدول کیوں کیا مصنف نے؟

جواب

صاحب مفتاح نے جو علم معانی کی تعریف کی ہے وہ یہ ہے "تتبع خواص تراکیب الکلام فی الافادۃ وما یتصل بہا من الاستحسان وغیرہ لیحترز بالوقوف علیہا عن الخطاء فی تطبیق الکلام علی ما یقتضی الحال" (ترجمہ کی حاجت نہیں)

علامہ قزوینی صاحب نے دو وجہوں سے صاحب مفتاح کی تعریف سے عدول کیا

(1) صاحب مفتاح نے لفظ استعمال کیا ہے تتبع اور تتبع علم نہیں ہے اور نہ ہی تتبع علم پر صادق آتا ہے یس لفظ تتبع ذریعہ سے علوم میں سے کسی شئ کی تعریف کرنا درست نہیں ہوتا۔

(2) دوسری وجہ عدول کرنے کی یہ ہے کہ صاحب مفتاح کی بیان کردہ علم معانی کی تعریف میں دور لازم آتا تھا اس وجہ سے عدول کیا۔

دور کیسے لازم آتا تھا؟

مفتاح العلوم میں جو (تعریف) بیان کی گئی ہے اسمیں تراکیب سے مراد علما بلغا کی

نے تراکیب الفاظ کو لیا ہے۔ اور اس بات میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ بلیغ کی معرفت یہ موقوف ہوتی بلاغت کی تعریف لیے اور بلاغت کی تعریف علامہ سکاکی نے مفتاح علوم میں یہ کی ہے وہ بلوغ المتکلم فی تادیۃ المعانی حداً لہ اختصاص بتوفیۃ خواص التراکیب حقھا

اگر بلاغت کی تعریف میں تراکیب سے مراد الفاظ کی ترکیب ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو دور اس طرح لازم آتا ہے کہ علم معانی کہتا ہے کہ پہلے مجھے سیکھنے کیلئے بلاغت کو جانو اور بلاغت کہتی ہے مجھے سیکھنے کیلئے پہلے علم معانی کو جانو۔

یہ ہے دور۔

اجیب عن الاول

غرض: یہاں سے علامہ سعد الدین صاحب ان دو وجہوں کا جواب دے رہے ہیں کہ جنکی وجہ سے علامہ قزوینی نے صاحب مفتاح کی تعریف سے عدول کیا۔

پہلی وجہ کا جواب

پہلی وجہ کا جواب علامہ سعد صاحب دیتے ہیں کہ تتبع سے مراد معرفت ہے جیسا کہ صاحب مفتاح نے مفتاح العلوم میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ میری تتبع سے مراد معرفت ہے

ممن الثانی الخ

دوسری وجہ کا جواب دے رہے ہیں اگر یہ بات مان لیں کہ علامہ سکاکی نے یہ بات کہی ہے کہ میری تراکیب ~~بلغا~~ سے مراد تراکیب بلغاء ہے تو اس صورت میں جواب یہ ہوگا کہ تراکیب سے مراد ان بلغاء کی ترکیبیں مراد ہیں ~~کہ~~ جو بلاغت کے ساتھ متصف ہوتے ہیں اور ان بلغاء کی معرفت بلاغت کی تعریف پر موقوف نہیں ہوتی جب ان بلغاء کی معرفت بلاغت کی تعریف پر موقوف نہیں ہوتی تو دور بھی لازم نہیں آئے گا

اقول لا یفھم الخ

غرض: علامہ سکاکی نے بلاغت کی تعریف میں بتوفیۃ خواص التراکیب حقھا کی قید لگائی ہے اس سے مراد کیا ہے مثال سے مراد بیان کر رہے ہیں

(۱۱۱)

مراد

تراکیب کی خواص کو ان کا پورا پورا حق دینا

اس سے مراد یہ ہے کہ متکلم اس حیثیت سے ہو کہ ہر ترکیب کو اس مورد میں وارد کرے جسکے وہ لائق ہے اور اس مقام میں وارد کرے جسکے وہ مناسب ہے

مثال کے طور پر ان زیداً قائم سے اس وقت کہا جائیگا جب مخاطب متشکک کرنے والا ہو۔

فالمراد بالتراکیب الخ

غرض یہاں سے علامہ قزوینی کا رد کرنا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ علامہ سکاکی نے جو تعریف بلاغت کی ہے اسمیں تراکیب سے مراد تراکیب بلغاء ہے اس بات کا رد کرنا غرض شارح ہے۔

پس علم بلاغت کی تعریف میں تراکیب سے تراکیب بلغاء نہیں بلکہ تراکیب متکلم ہے جیسا کہ علامہ سکاکی کے فی تادیۃ المعنی سے مفہوم ہورہا ہے اور اسی طرح المراد انواع التشبیہ والمجاز الخ سے مفہوم ہورہا ہے کہ

یہاں پر ترکیب سے مراد ترکیب بلغاء نہیں
بلکہ ترکیب متکلم ہے۔

سوال نمبر 9

وجہ حصر تحریر کریں علم معانی کا آٹھ میں منحصر ہونا

جواب:

علم معانی کا مقصود آٹھ ابواب میں منحصر ہے
اور چونکہ علم معانی ان ابواب میں سے ہر ایک
باب پر علیحدہ علیحدہ صادق نہیں آتا بلکہ
مجموعہ ابواب مذکورہ کا نام علم معانی
ہے لہذا اس کا (علم معانی کا) ابواب میں انحصار
باب حصر الکل فی الاجزاء سے ہوگا اس
لئے کہ کل ہر ہر جز پر صادق نہیں ہوتا۔
اور یہ انحصار باب حصر الکلی فی الجزئیات
سے نہیں ہوگا کیونکہ کلی ہر جزئی پر صادق
آتی ہے۔

آٹھ ابواب:

(1) احوال اسناد خبری (2) احوال مسند الیہ
(3) " مسند (4) احوال متعلقات فعل
(5) قصر (6) انشاء (7) فصل و وصل
(8) ایجاز اطناب مساوات

وجہ حصر ماتن کے بیان

ہر کلام دو حال سے خالی نہیں ہوگا
① خبر ہوگا (یا) یا انشاء
کیونکہ نسبت کلامیہ یا تو نسبت خارجیہ
کے مطابق ہوگی یا نہیں بصورت اول
خبر ہے اور بصورت ثانی انشاء
خبر کیلئے مسند الیہ، مسند اور اسناد
کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تین باب
ہوئے۔ (۱) پہلا باب احوال اسناد خبری
دوسرا احوال مسند الیہ اور تیسرا احوال
مسند) اور مسند کبھی فعل یا معنی فعل
ہوتا ہے جس سے متعلقات ہوتے ہیں
(یہ چوتھا باب ہوا احوال متعلقات
فعل) اور پھر ہر ایک اسناد سے اور
متعلقات فعل سے کبھی بقصر ہوتے ہیں
اور کبھی بغیر قصر کے ہیں یہ پانچواں باب
قصر ہوا اور انشاء چھٹا باب ہوا
اور پھر ہر جو دو کے جملے سے مرا ہو
کبھی پہلا جملہ معطوف ہوتا ہے کبھی غیر معطوف
لہذا یہ ساتواں باب فصل و وصل
بن گیا اور کبھی لفظ کبھی کسی فائدہ
کیلئے زائد علی المراد ہوگا یا زائد نہیں
ہوگا یہ آٹھواں باب بن گیا ایجاز
اطناب مساوات والا۔

(16)

وجہ حصر شارح کے بیان

لفظ جملہ ہوگا یا مفرد پس احوال جملہ
وہ باب اول ہے اور مفرد یا تو عمدہ ہوگا
یا فضلہ اور عمدہ مسند الیہ یا مسند
ہوگا پس ان تینوں کے احوال کو تین
باب بنادیا گیا فضلہ اور عمدہ مسند الیہ
اور مسند کے درمیان تمیز کرتے ہوئے
پھر جبکہ ان احوال میں سے کچھ وہ ہیں جنکو
مزید فرق حاصل ہے اور کثیر بحثیں اور
متعدد طرق ہیں اور وہ قصر ہے تو اسے
الگ کرکے پانچواں ابواب بنادیا اور اسی طرح
جملہ کے احوال میں سے بعض وہ ہیں جنکو
مزید شرافت ہے اور اس فن کے علما کو
اسکے ساتھ عزم قوی ہے اور وہ فصل و وصل
ہے لہذا اسکو چھٹا باب بنادیا گیا
اور جملہ بعض احوال میں سے وہ ہیں جو نہ
مفرد کے ساتھ خاص ہے اور نہ جملہ کے ساتھ
خاص ہے بلکہ دونوں میں جاری ہوتے ہیں
اور ان کیلئے چند انواع اور کثیر تفریعات
میں تو اسے ساتواں باب بنادیا گیا اور
ان سب احوال میں خبر و انشاء شریک ہیں
پھر یہاں بحثیں ہیں جو انشاء کی طرف
خاص طور پر لوٹتی ہے تو انشاء کو آٹھواں
باب کردیا گیا پس علم معانی کا مقصود
آٹھ بابوں میں منحصر ہوگیا۔

ص 63 لائن (15)

س: نسبت سے مراد کیا ہے؟

ج: نسبت سے مراد یہاں وہ کلام کے دو جزوؤں میں سے دوسرے کے ساتھ اس حیثیت کے ساتھ تعلق ہونا کہ اس پر سکوت درست ہو سے اس لیے کہ وہ ایجابی ہو یا سلبی
پس یہ (نسبت) انشاء کو بھی شامل ہوگی
بعض نے کہا کہ یہاں نسبت سے مراد وقوع نسبت و لا وقوع نسبت یا ایقاع نسبت یا انتزاع نسبت ہے شارح نے کہا کہ نسبت کی ان چیزوں سے تفسیر کرنا غلطی ہے کیونکہ یہ انشاء کو شامل نہ ہوگی۔

آسانی کیلئے کچھ تعریفیں

نسبت کی تین قسمیں ہیں۔
① نسبت کلامیہ (۲) نسبت ذہنیہ
(۳) نسبت خارجیہ

① نسبت کلامیہ: طرفین (مسند الیہ و مسند) میں سے ایک کے دوسرے کے ساتھ تعلق کو کہتے ہیں جو کلام سے سمجھا جاتا ہو۔

(۲) اور اس نسبت کلامیہ کے ذہن متکلم میں تصور اور حضور کو نسبت ذہنیہ کہتے ہیں۔

(۳) اور طرفین میں سے ایک کے دوسرے کے ساتھ

خارج میں تعلق کو نسبت خارجیہ کہتے ہیں

تینوں کی اکٹھی مثالیں

"زید قائم" میں قیام کا ثبوت زید کیلئے
اس اعتبار سے کہ وہ کلام سے سمجھا جاتا
ہے نسبت کلامیہ ہے اور اس اعتبار سے
کہ وہ ذہن میں موجود ہے نسبت ذہنیہ
ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ نفس
الامر میں حاصل ہے نسبت خارجیہ
ہے۔

(۷)

س: اس بحث کا نام تنبیہ کیوں رکھا؟

ج: تنبیہ کا لغوی معنی: آگاہ کرنا، بیدار کرنا
اصطلاحی معنی: اس کلام لاحق کو کہتے ہیں
جس میں ایسے اجمال کی تفصیل ہو جس کا ذکر پہلے
ہو چکا ہو۔ چونکہ مصنف کے قول "تطابقہ اولا
تطابقہ" میں صدق و کذب کی طرف قدرے اشارہ
ہو چکا تھا اس لئے مصنف نے اس بحث کا نام
تنبیہ رکھا۔

س: خبر کی لغوی و اصطلاحی تعریف لکھیں؟

ج: فالخبر علی هذا المعنی الخ ع-م-ج

ع: صدق [redacted] حکم یعنی نسبت کلامیہ کا واقع
کے مطابق ہونا صدق خبر ہے اور واقع
کے مطابق نہ ہونا کذب خبر ہے۔ اس پر اعتراض
ہوتا ہے کہ صدق و کذب کی یہ تعریف دور پر مشتمل
ہے کیونکہ صدق کی تعریف میں خبر ماخوذ ہے
چنانچہ کہا گیا ہے "صدق الخبر مطابقۃ ای مطابقۃ
الخبر للواقع" اور خبر کی تعریف میں صدق
ماخوذ ہے کیونکہ خبر کی تعریف یہ ہے "هو الکلام
المحتمل للصدق والکذب" پس صدق کی تعریف
خبر پر موقوف ہوئی اور خبر کی تعریف صدق
پر موقوف ہوئی اور یہی دور ہے۔

جواب

دور اس وقت لازم آتا جب خبر اور صدق و کذب
دونوں تعریفوں میں متحد ہوں حالانکہ

دیا ہے نیز مبلہ خبر کی تعریف میں خبر سے مراد الکلام المخبر بہ ہے اور صدق و کذب کی تعریف میں خبر بمعنی اعلام کے ہے نیز صدق و کذب جو خبر کی تعریف میں ماخوذ ہے وہ متکلم کی صفت ہے اور صدق و کذب کی تعریف میں جو خبر ماخوذ ہے وہ خبر کی صفت ہے۔

و اتفقوا علی انحصار الخبر الخ

حاصل یہ کہ خبر کا صادق و کاذب میں منحصر ہونا مختلف فیہ ہے، جمہور اور نظام معتزلی انحصار کے قائل ہیں اور جاحظ انحصار کا قائل نہیں۔ بلکہ اسکے یہاں کچھ خبریں ایسی بھی ہیں جو نہ صادق ہیں نہ کاذب پھر جو لوگ انحصار کے قائل ہیں ان کا صدق و کذب کی تفسیر میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک اسکی تفسیر علیحدہ ہے اور نظام کے نزدیک علیحدہ تفسیر ہے۔

جمہور کے نزدیک صدق خبر کی تعریف اور کذب خبر کی تعریف۔

صدق خبر: خبر کے حکم کا واقع کے مطابق ہونا
کذب خبر: خبر کے حکم کا واقع کے مطابق نہ ہونا۔

مطابقۃ حکمہ الخ

تحریر: مطابقت میں ہ ضمیر کا مرجع کیا ہے وہ بیان کرنا ضروری ہے اور وجہ بھی بیان کرنا ضروری ہے

(13)

مرجع

مطابقت میں ہ ضمیر کا مرجع حُکم ہے
کیونکہ صدق و کذب کا رجوع اولاً بالذات
حکم کی طرف ہوتا ہے اور ثانیاً بالواسطہ
خبر [illegible]

واقع: وہ خارج ہے جو کلام خبری کی نسبت
کیلئے ہوتا ہے۔

واقع کی وضاحت

واقع سے مراد نسبت خارجیہ ہے جو کلام سے قطع
نظر کرتے ہوئے طرفین (محکوم علیہ و محکوم بہ)
کے درمیان خارج میں ہوتی ہے۔

تعریف کا حاصل

صدق ~~[illegible]~~ خبر کی تعریف کا حاصل یہ ہے
حکم یعنی نسبت کلامیہ کا واقع یعنی نسبت
خارجیہ کے مطابق ہونا صدق خبر ہے اور
مطابق نہ ہونا کذب خبر ہے۔

فاذا قلت الخ

یہاں سے شارح واقع (یعنی نسبت خارجیہ) ~~[illegible]~~
~~[illegible]~~ کی مثال دے رہے ہیں۔
مثلاً ایک آدمی کہے ابیع اور اسکا مقصود حال سے
خبر دینا ہو تو اب ایک نسبت تو ابیع کے لفظ سے
سمجھ آ رہی ہے اور ایک نسبت ابیع کے لفظ
سے قطع نظر بیع اور اس انسان کے درمیان
بھی ہوگی نسبت خارجیہ ہے۔

(21)

(۱۸)

باقی ایک بحث انشائی بھی ہے جب کوئی فروخت کرنے والا خریدنے والے سے کہے بعت اس صورت میں بعت کے لفظ سے ایک نسبت سمجھ آتی ہے اور اس سے قطع نظر کوئی نسبت نہیں ہے لہذا یہ انشاء ہوگا۔

مکمل

{ ک }

س: نظام کے نزدیک صدق خبر و کذب خبر کی تعریف اور دلیل تحریر کریں؟

ج: صدق خبر: خبر کے حکم کا مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہونا اگرچہ یہ اعتقاد واقع کے مطابق نہ ہونا۔

کذب خبر: مخبر کے اعتقاد کے مطابق نہ ہونا کذب خبر ہے

مثال: "السماء تحتنا"

اگر اس قول کا قائل تحتیت کا ہی معتقد ہو تو خبر کو صادق کہا جائے گا اور اگر کوئی یہ کہے السماء فوقنا اور وہ فوقیت سماء کا معتقد نہ ہونا تو خبر کو کاذب کہا جائے گا۔

دلائل: اذا جاءك المنافقون الخ

نظام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "ان المنافقون لکاذبون" سے استدلال کیا اسکی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو انکے قول "انك لرسول اللہ" میں کاذب قرار دیا ہے حالانکہ یہ قول نفس الامر کے مطابق ہے مگر چونکہ یہ خبر ان کے اعتقاد کے مطابق نہیں کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ حضور اکرم رسول نہیں ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے انکی تکذیب فرمائی۔

(23)

(6)

س: نظام کی بیان کردہ صدق خبر کی تعریف میں ولو خطا کی وضاحت تحریر کریں؟

ج: ولو کان خطاء میں واؤ حال کیلئے بھی ہو سکتی ہے اور عطف کیلئے بھی۔

حال کی صورت میں معنی

مفسر وقتا

واؤ عاطفہ کی صورت میں معنی

واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے وہ یہ ہے کہ لو لم یکن خطاء ولو خطاء یعنی خبر سچی وہ ہے کہ جو خبر مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہو اگرچہ واقع کے مطابق نہ ہو یا واقع کے مطابق ہو۔

س: درج ذیل کی تعریفات تحریر کریں

ج: **اعتقاد** مشہورہ: اعتقاد اس جزم کو کہتے ہیں کہ جو تشکیک کے قابل ہو

علم: اس جزم کو کہتے ہیں کہ جو تشکیک کو قبول نہ کرے اسکو یقین بھی کہتے ہیں۔

ظن: وهو الحکم بالطرف الراجح "جانب راجح کے ساتھ حکم وہم کہلاتا ہے

وہم: طرف راجح کے خلاف کیا حکم لگانا ہے۔

شک: مدرک تساوی طرفین اور ان میں تردد کے واقع ہونے کو کہتے ہیں۔

و المراد بالاعتقاد الخ ۴-۹-۲۰

ع: نظام کے مذہب میں صدق و کذب کا مدار
اعتقاد پر ہے اور اعتقاد اصولیین کے نزدیک
علم اور ظن کے مقابل ہوتا ہے کیونکہ اعتقاد
اس جزم کو کہتے ہیں جو تشکیک کو قبول کرتا ہو
اور علم اس جزم کو کہتے ہیں جو تشکیک کو
قبول نہ کرے اور ظن ادراک غیر جازم کو
کہتے ہیں۔ پس خبر معلوم (علم) ظن اس سے
(نظام کی بیان کردہ تعریف سے) خارج ہو گئی
~~اس لئے نظام کی اس تعریف میں داخل~~
ہے اور صدق و کذب کے درمیان واسطہ لازم آگیا (نظام واسطہ کا قائل نہیں)

ج: جو اعتقاد کا معنی سمجھا اس کو اعتقاد مشہور کہتے
ہیں یہاں صدق کی تعریف میں اعتقاد کا یہ
مشہور معنی مراد نہیں بلکہ یہاں پر یہ معنی
حکم ذہنی ہے خواہ جازم ہو یا راجح ہو۔
جب جازم کہا تو اب اخبار یقینیہ کو تعریف
شامل ہو گی کیونکہ اخبار یقینیہ میں بھی
جزم ہوتا ہے جب راجح کہا تو پھر اخبار
مظنونہ کو شامل ہو گی کیونکہ ظن جانب
راجح کو کہتے ہیں۔ لہٰذا واسطہ لازم نہیں
آئے گا۔

(8)

اما المشکوک الخ

غرض: اعتراض بیان کرنا غرض ہے۔

ع: اعتراض یہ ہے کہ شک کے معنی تساوی طرفین ہیں جسمیں اعتقاد موجود ہی نہیں ہوتا۔ جب شک میں اعتقاد نہیں تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ خبر مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہے یا مخبر کے اعتقاد کے نہیں تو شک میں واسطہ نکل آیا کہ مشکوک خبر نہ سچی ہے نہ جھوٹی۔ حالانکہ نظام خبر کے صدق و کذب میں واسطے کا قائل نہیں۔

اللھم الا ان الخ

غرض: جواب دینا غرض ہے۔

جواب: مشکوک خبر میں جب اعتقاد ہی نہیں ہے تو اعتقاد کے ساتھ عدم مطابقت ثابت ہو جائے گی پس خبر مشکوک کاذب ہوگی۔ لہذا اسمیں واسطہ لازم نہیں آئے گا۔

لا یقال المشکوک الخ

شک کرنے والے کا کلام خبر ہے یا نہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ شک کرنے والے کا کلام خود اسکے اعتبار سے خبر نہیں ہے کیونکہ اسکو نہ تو وقوع نسبت یا لاوقوع نسبت کا ادراک ہے اور نہ ہی اس نے نفی یا اثبات کی صورت میں کسی شیئ کا حکم کیا ہے اسی وجہ سے ادراک

محمول نے خبر مشکوک کو تصورات میں سے ایک تصور کیا ہے مگر چونکہ وہ ایسے جملہ خبریہ کا تلفظ کر رہا ہے جسمیں دوسری خبروں کی طرف نسبت موجود ہے اس لئے لامحالہ اسکے کلام کو خبر کہا جائیگا وجہ اسکی یہ ہے کہ کلام مشکوک میں بھی نسبت کلامیہ ہوتی ہے جو واقع کے مطابق یا لا مطابق ہوتی ہے۔ صرف متکلم کے ذہن میں یہ نسبت نہیں ہوتی۔

س: نظام کے استدلال کے جوابات کیا ہیں؟

ج مختصر اجواب

استدلال کا رد

٥ منافقین شہادت دینے میں جھوٹے ہیں اور مواقفت کا دعوی کرنے میں جھوٹے ہیں۔

وادعائهم **فالتكذيب راجع الخ ٤-٩-ج**

٤ آپ نے کہا کہ کذب نشہد کیطرف ہے تو نشہد شہادت سے بنا ہے اور شہادت تو انشاء ہے نہ کہ خبر اور انشاء تو صدق و کذب کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ کذب شہادت کیطرف راجع ہے درست نہیں۔

(27) (15)

جواب

ٹھیک ہے کہ نشہد انشاء ہے اور انشاء صدق وکذب کے ساتھ متصف نہیں ہوتا لیکن نشہد ایک اور خبر کو متضمن ہے یہ کذب دراصل اسکی طرف راجع ہے وہ خبر یہ ہے کہ چونکہ عموماً جو گواہی دیتا ہے اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں یہ گواہی سچے دل سے دیتا ہوں اس لئے نشہد کہنے سے مطلب یہ ہوتا کہ ہم یہ گواہی سچے دل اور خلوص اعتقاد سے دیتے ہیں اور یہ خبر اس لئے جھوٹی ہے کہ یہ واقع کے مطابق نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ منافقین جو منہ سے بولتے ہیں انکے دل میں وہ نہیں ہوتا۔

لشهادة ان واللام والجملة الاسمية

غرض - یہاں سے اس بات پر دلیل دے رہے ہیں کہ کذب راجع ہے شہادہ من صمیم القلب کیطرف اس پر دلیل کیا ہے

دلیل - دلیل یہ ہے کہ انک لرسول اللہ میں ایک ان لام اور جملہ اسمیہ ہے یہ سارے تاکید کیلئے آتے ہیں - اور یہ ان لام اور جملہ اسمیہ یہ سارے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ کذب شہادت من صمیم القلب کی راجع ہے۔

(28)

او المعنی انھم الخ

غرض: یہاں سے نظام کی دلیل کا دوسرا جواب دے رہے ہیں ماتن علیہ الرحمۃ

دوسرے جواب کی وضاحت

ماتن نے پہلے ایک جواب دیا کہ یہ کذب انک لرسول اللہ کیطرف راجع نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کذب نشہد کیطرف راجع ہے اور نشہد کا اپنا معنی مراد نہیں بلکہ ایک اور خبر کو متضمن ہے اسکی طرف راجع ہے اور وہ شہادۃ من صمیم القلب ہے۔ یہاں سے دوسرا جواب دیتا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ یہ کذب انک لرسول اللہ ﷺ کیطرف راجع ہے بلکہ یہ کذب تسمیہ کیطرف راجع ہے یعنی جو خبر ہے انک لرسول اللہ ﷺ اسکا جو منافقین نے شہادۃ نام رکھا اس نام رکھنے میں وہ منافق جھوٹے ہیں کیونکہ شہادت کیلئے تو دل و زبان کی موافقت شرط ہوتی ہے اور منافقین کی اس خبر میں دل و زبان کی موافقت نہیں تھی

وفیہ نظر الخ ص 69 لائن نمبر 2

غرض: ماتن نے جو نظام کی دلیل کا دوسرا جواب دیا تھا اس جواب پر یہاں سے اعتراض وارد کر رہا ہے۔

(29) (12)

وضاحت

اور اس میں مجھے نظر یہ کیونکہ یہ استعمال و تسمیہ
غلطی لفظوں کا کے اطلاق کی ہے نہ کہ کذب و جھوٹ کی
کیونکہ ایک چیز کا نام کسی دوسری چیز کے ساتھ رکھنا
یہ خبر کے باب میں سے نہیں ہے اور اگر آپ کی
بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ خبر ہے تو آپ
نے جو کہا مطلق شہادت میں ہوا عورت کو شرط
قرار دینا یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ بعض
اوقات جھوٹی گواہی بھی دی جاتی ہے حالانکہ
نہیں ہوتی وہ گواہی ہے

مہل

او المشهود الخ

مراتن یہاں سے تیسرا جواب دے رہے ہیں۔
نظام کی دلیل کا۔

~~یا~~ پھر جواب بصورت تسلیم یہ ہے کہ جسکی
طرف اللہ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا یا مشہود بہ
میں یعنی معنی یہ ہے کہ وہ کاذب ہیں مشہود بہ
میں یعنی اپنے قول انک لرسول اللہ میں لیکن
فی الواقع نہیں بلکہ اپنے زعم فاسد اور باطل
اعتقاد میں کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ
یہ قول واقع کے مطابق نہیں پس ان کے نزدیک
یہ کاذب ہے لیکن حقیقت میں یہ صادق ہے
کیونکہ اسمیں مطابقت واقع اور خارج
دونوں کے ساتھ موجود ہے۔

س: نظام کے موقف کو تسلیم کر لینے کا اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کا کیا جواب ہے؟

ج: اعتراض! آپ نے دلیل میں کہا کہ
انکے زعم میں یہ خبر جھوٹی تھی اس لئے وہ جھوٹے ہیں
تو اس طرح تو آپ نے نظام کی تعریف کو اختیار کر لیا۔

ج: نظام کی تعریف میں عدم مطابقت کی اضافت
ہے اعتقاد کیطرف اور ہمارے نزدیک
اسکی اضافت ہے واقع کی طرف اور منافقین
کے زعم کیطرف۔

واعلم ان ضمنا الخ

غرض: شارح کچھ وہ جواب یہاں سے بیان کرنے لگا
نظام کی دلیل کہ جو علماء بلاغت نے بیان نہیں
کیے گئے

جان لو کہ یہاں پر ایک اور وجہ بھی ہے جسے
قوم نے ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ تکذیب
منافقین کے حلف کی طرف راجع ہے اور انکے
اس زعم کی طرف کہ انہوں نے نہیں کہا کہ مت
خرچ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس
ہیں حتی کہ متفرق ہو جائیں رسول کے ارد گرد
سے کیونکہ صحیح بخاری میں زید بن ارقم سے
روایت ہے کہ میں ایک جنگ میں تھا کہ میں نے
عبداللہ بن ابی سلول سے سنا وہ کہہ رہا تھا
کہ جو رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر خرچ مت
کرو تاکہ وہ انکے پاس سے متفرق ہو جائیں
اور اگر ہم مدینہ کو اسکے پاس سے گئے تو ہم
میں سے جو عزت والا ہوگا وہ مدینہ سے ذلیل
کو نکال دے گا پس میں نے اسکا تذکرہ چچا
کیا میرے چچا نے حضور کے سامنے بیان کر دیا
تو آپ نے مجھے بلایا تو میں نے یہ بات حضور کو
بیان کر دی تو حضور نے عبداللہ بن سلول
اور اسکے ساتھیوں کو بذریعہ پیغام بلوایا
پس انہوں نے قسم اٹھالی کہ انہوں نے یہ بات
نہیں کی جسکی وجہ سے رسول اللہ نے میری

تکذیب کی اور انکی تصدیق کی جس سے مجھے
ایسا غم ہوا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا پھر میں
گھر میں بیٹھ گیا پھر مجھے میرے چچا نے کہا تو نے
ایسا کیا ارادہ کیا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ
نے تیری تکذیب کی اور سرزنش کی پھر اللہ
نے یہ آیت نازل فرمائی (جب منافق تیرے پاس
آتے ہیں الخ) پس حضور نے مجھے بلوایا اور میرے
ان آیات کو پڑھا اور فرمایا اے زید اللہ
تعالیٰ نے تیری تصدیق کی ہے۔

The end

انکر الجاحظ الخ

جاحظ نے خبر کے صدق و کذب میں منحصر ہونے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ صادق و کاذب کے علاوہ کچھ خبریں ایسی بھی ہیں جو نہ سچی ہیں اور نہ ہی جھوٹی۔

جاحظ نے واسطے کو ثابت کیا ہے۔

وتحقیق کلامہ الخ

اسکی وضاحت یہ ہے کہ (یعنی کہ جاحظ کے کلام کی ,, ,, ,, ,,) کہ خبر کا واقع کے مطابق ہونا یا تو (1) اعتقاد موافق کے ساتھ ہوگا یا (2) اعتقاد مخالف کے ساتھ یا (3) بغیر کسی اعتقاد کے ہوگا اسی طرح خبر کا واقع کے مطابق نہ ہونا یا تو (4) اعتقاد موافق کے ساتھ ہوگا یا (5) اعتقاد مخالف کے ساتھ یا (6) بغیر کسی اعتقاد کے ہوگا

تو یہ چھ صورتیں ہوئیں پس مطابقت کی تین قسموں میں سے پہلی قسم صدق خبر ہے اور عدم مطابقت کی تین قسموں میں سے پہلی قسم کذب خبر ہے باقی چار قسمیں رہیں دو مطابقت کی اور دو عدم مطابقت یہ ہی چار قسمیں واسطہ ہیں۔

جاحظ کی بیان کردہ صدق وکذب کی تعریف

صدق خبر: خبر کا واقع اور مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہونا

کذب خبر: خبر کا واقع اور مخبر کے اعتقاد کے مطابق نہ ہونا۔

فکل من الصدق والکذب الخ

جاحظ نے جو صدق خبر و کذب خبر کی تعریف کی ہے یہ اخص ہے اور جمہور و نظام کی بیان کردہ تعریفیں اعم ہے کیونکہ جمہور نے صدق خبر و کذب خبر میں صرف مطابقت واقع کا اعتبار کیا ہے اور نظام نے صرف مطابقت اعتقاد کا ا ر ر ر اور جاحظ نے ان دونوں (مطابقت واقع اور مطابقت اعتقاد) کا اعتبار کیا ہے

جاحظ کی دلیل

رب تعالیٰ کا فرمان

"أفترىٰ على الله كذبا أم به جنة"

جاحظ نے مذکورہ آیہ مبارکہ سے دلیل پکڑی ہے اس طور پر کہ کفار قریش نے حضور کی ان خبروں کو جو آپ حشر و نشر کے متعلق ارشاد فرماتے تھے صرف دو چیزوں میں منحصر کیا ہے افتراء (یعنی کذب میں) الیا بحالت جنون خبر دینے میں۔ یعنی مشرکین یہ کہتے تھے کہ آپ حشر و نشر کے متعلق جھوٹ بول رہے ہیں یا حالت جنون میں ایسی باتیں کر رہے ہیں

3

ولا شک ان المراد الخ

جاحظ کہتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی ان دونوں
حالتوں میں سے کوئی ایک حالت موجود ہوگی
~~یا آپ کو جنون ہے کہ حالت جنون میں ایسی~~
~~یا ... پس کہے~~ اور ثانی یعنی
حالت جنون میں خبر دینا کاذب نہیں
ہوسکتا اس لئے کہ یہ افتراء یعنی کذب کی
قسم (قسیم) ہے کیونکہ معنی یہ ہے "أفترى أم
أخبر حال الجنة" اور قاعدہ ہے کہ ایک شئی
کی قسم اسکے غیر ہوا کرتی ہے لہذا نتیجہ یہ نکلا
کہ حالت جنون میں خبر دینا کذب نہیں ہے
اور نہ صادق بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ مشرکین
آپ کے سچا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے
پس جب حالت جنون میں خبر دینا نہ صادق
ہے اور نہ ہی کاذب تو لامحالہ خبروں میں سے ایک
ایک ایسی خبر ہوئی جو نہ صادق ہے اور نہ کاذب
لہذا واسطہ ثابت ہوا اور یہی مقصود ہے

ولو قال لانہم الخ ص ۳۰ س 7 لائن 13

اگر ماتن "لانہم لم یعتقدوہ" کی بجائے
"لانہم اعتقدوا عدم صدقہ" کہتا تو مقصود
اچھی طرح واضح ہوتا کیونکہ مدعی یہ ہے
کہ ثانی (حالت جنون) سے مراد صدق نہیں
اور دلیل بیان کی "لانہم لم یعتقدوہ"
کہ انکو صدق کا اعتقاد نہ تھا اور ظاہر ہے

کہ عدم اعتقادِ صدق تجویزِ صدق کے منافی
نہیں ہوتا۔

(۱۶) اس کا ~~خود بتکو~~ وھم عقلاء من الشیخ

متن: اعتراض مقدر کا جواب

مشرکین کا یہ عقیدہ کہ حضور جو حشر و نشر
کے متعلق خبریں بیان فرماتے تھے ان میں آپ
سچے نہ تھے (العیاذ باللہ) ایک ناپاک عقیدہ
ہے جسکو حافظ صاحب ڈیل پلیش کرنا اور
اس نظریہ کے مطابق مستقل مذہب بنا لینا
انکی علمی شان سے بعید ہے؟

یہاں گفتگو نہ از روئے شرع ہے نہ عقیدے کی
پاکی و ناپاکی کے اعتبار سے ہے بلکہ گفتگو بحیثیت
زبان ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ زبان
کے سلسلے میں مشرکین قریش دانشمند
تھے اہل لسان تھے عارف باللغۃ تھے جب
انکے نزدیک حالت جنون کی خبر نہ صادق
ہے نہ ہی کاذب تو لازمی طور پر کہنا پڑے
گا کہ بعض خبریں ایسی بھی ہیں جو نہ صادق ہیں
نہ کاذب۔

(۵) ۲۶۱

ورد هذا الدليل الخ

یہاں سے جاحظ کی دلیل کو رد کرنا مقصود ہے مصنف نے
جاحظ کے استدلال کا رد اس طرح کیا گیا
کہ ثانی (حالت جنون) سے مراد غیر کذب نہیں
یہاں تک کہ واسطہ لازم آئے کیونکہ أم به جنة کے
معنی أم لم یفتر ہیں پس کذب عمدی کو
افتراء سے تعبیر کر دیا گیا اور عدم افتراء یعنی
کذب غیر عمدی کو جو أم لم یفتر میں ہے اس کو بدلے
أم به جنة سے تعبیر کر دیا گیا کیونکہ
افتراء قصداً جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں
اور مجنون کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔
پس ثانی یعنی حالت جنون میں خبر دینا
مطلق کذب کی قسم نہیں ہے جیسا کہ امام جاحظ
نے خیال کیا ہے بلکہ ثانی اس کذب کی قسم ہے
جو مطلق کذب سے اخص ہے اور کذب اخص
افتراء ہے اس لئے کہ افتراء قصداً جھوٹ
بولنے کو کہتے ہیں اور یہ مطلق کذب سے اخص
ہے

ولو سلم الخ ص 72 لائن (8)

اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ افتراء مطلق کذب
کے معنی میں ہے تو معنی یہ ہوگا کیا
اس نے جھوٹ کا قصد کیا ہے یا بلا قصد اس
نے جھوٹ کہا ہے کیونکہ اسے جنون ہے

(38)

س: اسناد خبری کی تعریف تحریر کریں الخ

ج: ایک کلمہ (یا قائم مقام کلمہ) کا دوسرے کلمہ (یا قائم مقام کلمہ) کے ساتھ اس طرح ملنا ہے جس سے مخاطب کو اس بات کا فائدہ ہو کہ ان دو کلموں میں سے ایک (مسند) کا مفہوم دوسرے کلمہ (مسند الیہ) کے مفہوم کیلئے ثابت ہے یا ثابت نہیں ہے۔

هذا اولی من تعریفه الخ

غرض: اعتراض مقدر کا جواب۔

ع: علامہ سکاکی نے اسناد خبری کی تعریف یوں کی ہے کہ "هو الحکم بمفهوم لمفهوم بانه ثابت له او منفی عنه" یعنی ایک مفہوم کے ساتھ دوسرے مفہوم کیلئے حکم کرنا کہ ایک مفہوم دوسرے کیلئے ثابت ہے یا اسکی نفی ہے۔ شارح نے اس تعریف سے عدول کیوں کیا حالانکہ صاحب مفتاح اس فن کا ماہر ہے لہذا انکی مخالفت کرنا درست نہیں ہے۔

ج: علامہ سکاکی کی تعریف سے دو وجہوں سے عدول کیا (1) علامہ سکاکی کی تعریف صرف اسناد خبری قضایا ذہنیہ میں منحصر ہے قضایا خارجیہ اور حقیقیہ میں منحصر نہیں ہے۔ اسکے برخلاف شارح کی تعریف کہ وہ قضایا ذہنیہ، خارجیہ اور حقیقیہ سب کو شامل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

اسناد میں ایک مسند ہوتا ہے اور دوسرا مسند الیہ
ہوتا ہے اور مسند، مسند الیہ اگرچہ واقع میں بھی
ہوتے ہیں کیونکہ زید قائم میں قائم کے لفظ کا زید کے
لفظ کیلئے ثبوت نہیں بلکہ قائم کے معنی کا زید کے معنی
کیلئے ثبوت ہے لیکن عرف میں مسند الیہ اور مسند
الفاظ کی صفتیں بنتی ہیں اور صاحب مفتاح نے
اسناد کی تعریف میں مضموم کو ذکر کیا ہے تو اس
نے مسند الیہ اور مسند کو مضموم کی صفت بنایا
ہے یہ عرف کے خلاف ہے بخلاف شارح کی تعریف کے
انہوں نے کلم وکلمہ کہا تو کلمہ لفظ کو کہتے ہیں لہذا
ہماری تعریف نحات کے عرف کے مطابق ہے۔

وانما ابتدا بابحاث الخبر الخ

غرض: اعتراض کا جواب

ع: معانی میں انشاء کی بحث بھی ہوتی ہے اور خبر کی بھی۔
خبر کی بحث کو انشاء کی بحث سے مقدم کیوں کیا؟

ج: خبر انشاء سے عظیم الشان ہوتی ہے کیونکہ تمام عقائد
خبر ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خبر میں انشاء سے زیادہ فائدہ
ہوتا ہے وہ اسطرح کہ ایک تو محاورات میں
لوگ خبر کا استعمال انشاء سے زیادہ کرتے ہیں۔
تیسری وجہ یہ ہے کہ خبر کلام میں اصل ہے کیونکہ
انشاء خبر ہی سے حاصل ہوتا ہے یا تو اشتقاق کے ذریعے

استفہام، تمنی وغیرہ۔

س: مصنف نے دیگر ابواب میں سے سب سے پہلے اسناد خبری کے احوال کو کیوں مقدم کیا؟

ج: مسند اور مسند الیہ میں دو لحاظ ہوتے ہیں

① ایک ان کی ذات کا لحاظ مثلاً زید قائم میں ایک تو زید اور قائم کی ذات کا اعتبار

(2) مسند اور مسند الیہ ہونے کے اعتبار سے لحاظ۔ یہ بحث وصف کے اعتبار سے ہے اور وصف کے لحاظ سے اسناد مسند الیہ اور مسند سے مقدم ہوتی ہے کیونکہ پہلے اسناد ہوگی تو یہ مسند اور مسند الیہ بنے گا باقی معترض کا یہ کہنا اسناد مسند اور مسند الیہ سے مؤخر ہوتی ہے تو وہ ذات کے اعتبار سے ہے اور ہماری گفتگو ذات کے اعتبار سے نہیں ہے۔

س: فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کی تعریف تحریر کریں؟

ج: مُخبِر کا خبر کو وارد کرنے سے ارادہ ہوگا ① مخاطب کو فائدہ پہنچانا حکم کا ② یا مخاطب کو اس بات سے آگاہی فراہم کرنا کہ مُخبِر بھی اس حکم کو جانتا ہے۔ پہلے کو فائدۃ الخبر کہتے ہیں اور دوسرے کو لازم فائدۃ الخبر

[illegible]

من یکون لعبد ہ الخ ص 34 (اثربادی)

ترمذی:
ع - م - ج

ع: مصنف نے جملہ خبریہ کے استعمال کی اغراض کو صرف دو چیزوں میں منحصر کیا ہے ① فائدۃ الخبر (۲) لازم فائدہ خبر۔ اس پر اعتراض کیا گیا کہ مخبر کے مقصد کو ان دو میں منحصر کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ جملہ خبریہ انکے علاوہ اور بہت سی اغراض کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جیسے آیت "رب انی وضعتھا انثی" میں حضرت مریم کی والدہ کا مقصد اپنی امید پوری نہ ہونے پر حسرت کا اظہار کیا ہے کیونکہ انکی مراد یہ تھی کہ لڑکا پیدا ہو۔ اور آیت "رب انی وھن العظم منی" میں حضرت زکریا کا مقصد ضعف و عجز کا اظہار ہے۔ اور آیت لا یستوی القاعدون الخ میں مقصد رب تعالیٰ بیان تفاوت مراتب ہے۔ پس ان اغراض متعددہ کے ہوتے ہوئے مصنف کا صرف دو چیزوں میں منحصر کرنا صحیح نہیں ہے

ج: شارح نے جواب دیا کہ مصنف کے قول "قصد المخبر" میں لفظ مخبر اخبار سے ہے جسکے دو معنی ہیں ① لغوی ② اصطلاحی
لغوی معنی: اطلاع و اعلام
اصطلاحی: "معنی کا فائدہ دینے کی غرض سے جملہ خبریہ کا تلفظ کرنا"۔ یہاں لغوی معنی مراد ہے

اور ظاہر ہے یہ بات کہ جب کوئی شخص اپنی خبر سے
خبر دینے کا ارادہ کرے تو اسکے دو ہی مقصد
ہو سکتے ہیں ① فائدۃ الخبر (۲) لازم فائدہ خبر

فائدۃ الخبر کی مثال " زید قائم " کہنا
اس شخص کو جو نہ جانتا ہو کہ زید کھڑا ہے۔
لازم فائدہ خبر کی مثال " حفظت التوراۃ "
کہنا اس شخص کو جس نے توراۃ حفظ کر لی
ہے۔

س: فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کے اندر مذکور
لفظ حکم سے کیا مراد ہے؟

ج فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کے اندر
مذکور لفظ حکم سے مراد " وقوع نسبت
یا لا وقوع نسبت ہے نہ کہ ایقاع و انتزاع
نسبت ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص زید قائم
کہے تو اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مجھے زید کے قیام (بتلانا نہیں)
کا علم ہو گیا بلکہ اسکا مقصد صرف یہی ہوتا ہے
کہ مخاطب کو یہ معلوم ہو جائے کہ زید کیلئے
واقعۃً قیام ثابت ہے جب یہ مقصد ہوتا ہے
تو لا محالہ حکم سے مراد وقوع نسبت
یا لا وقوع نسبت ہی ہوگا نہ کہ ایقاع و انتزاع
نسبت مراد ہے کیونکہ اگر حکم سے مراد " "
" " ہو تو مخاطب کو حکم کے انکار کی کوئی

گنجائش ہی نہیں رہتی حالانکہ معاملہ ایسا نہیں
ہے۔

گنجائش ہی نہیں رہتی حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔

فان قلت الخ ص 75 لائن 13

غرض: اعتراض بیان کرنا مقصود ہے

ع: پیچھے آپ نے کہا کہ علم سے مراد وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خبر ثبوت معنی پر دلالت کرتی ہے اور دوسری طرف قوم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ خبر ثبوت معنی یا انتفاء معنی پر دلالت نہیں کرتی۔ اس وجہ سے کہ اگر خبر ثبوت معنی یا انتفائے معنی پر دلالت کرتی تو سامع کو خبر میں شک ہی نہ ہوتا بلکہ سامع کو تو علم ثبوت یا علم نفی کا صرف علم ہوتا۔

قلت ظاہر ان العلم الخ ص 76 لائن 2

غرض: مذکورہ اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے

ج: کسی شے کے ثبوت کا علم اس بات کو مستلزم نہیں کہ واقع میں بھی اس کا علم کا ثبوت ہو۔

گویا کہ قوم نے ارادہ کیا کہ خبر واقع (حقیقت) میں قطعی طور پر ثبوت معنی پر دلالت نہیں کرتی۔ اس حیثیت سے کہ عدم ثبوت کا احتمال نہیں ہے

ورنہ ثبوت معنی یا انتفاءِ معنی پر خبر کے دلالت کرنے کا انکار قطعی طور پر باطل ہونا معلوم ہے کیونکہ دلالت کا مطلب ہے کہ خبر سے معنی سمجھ آئے اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے جب آپ نے خروج زید سنا تو اس سے زید کا نکلنا سمجھ میں آئے گا اور زید کے عدم خروج کا علم احتمال عقلی ہے اس وجہ سے یہ کہنا صحیح ہوگا "کہ میں نے فلاں سے سنا ہے جب تمہیں کہا جائے تم نے کہاں سے جانا کہ زید نکلا"

مختصر جواب: جو قوم نے کہا ہے کہ خبر ثبوت معنی یا انتفاء معنی پر دلالت نہیں کرتی اسکا مطلب یہ ہے کہ خبر قطعی طور پر واقع میں ثبوت معنی پر دلالت نہیں کرتی۔

ولو کان مفہوم الخ ص 76 (الثانی)

غرض: شارح مصنف کی اُس عبارت پر اعتراض کر رہے ہیں "انما هو الحکم المخبر" یہ ص 75 پر ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے انما هو کہ حصر کیا ہے جسکا مطلب یہ ہوتا ہے خبر سے مراد وہ حکم بالثبوت یا انتفاء مراد ہے تو تمام کا قضایا کا مفہوم متحقق ہوگا دائمی طور پر۔

تو مناطقہ کا یہ قول درست نہیں ہوگا کہ زید عالم، زید لیس بعالم کے مفہوم درمیان

تناقض ہے۔ متناقضین کے تحقق کے ممتنع ہونے کی وجہ سے"

حق یہی ہے کہ محمد امام رفعانی نے فیصلہ کیا کہ جملہ اخبار یہ کا مدلول بحیثیت الفاظ صرف صدق ہے اور کذب محض احتمال عقلی

س: فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر میں سے کون کس کے بغیر پایا جا سکتا ہے اور کون نہیں دلائل کے ساتھ بتائیں؟

ج (جواب اول) وہ حکم جس کا خبر سے فائدہ دینا مقصود ہو اسکا نام فائدۃ الخبر کہا جاتا ہے اور ثانی یعنی مخبر کا حکم کا عالم ہونا اسکا نام لازم فائدۃ الخبر کہا جاتا ہے

(2) یہ ملزوم ہے پہلا فائدہ (فائدۃ الخبر) دوسرے فائدے کے بغیر (1) یہ لازم ہے ممتنع ہے اور دوسرا فائدہ (لازم فائدۃ الخبر) پہلے کے بغیر ممتنع نہیں ہے جیسا کہ لازم مجہول المساوات کا حکم ہوتا ہے۔ یعنی وہ لازم جو کہ واقع اور اعتقاد کے اعتبار سے عام ہو کیونکہ ملزوم لازم کے بغیر ممتنع ہوتا ہے اور لازم ملزوم کے بغیر ممتنع نہیں ہوتا۔

اسی پر بناء کرتے ہوئے پتہ چلا ہے فائدۃ الخبر وہ حکم ہے
اور لازم فائدۃ الخبر مخبر کا حکم کا عالم ہونا
ہے اور لزوم کا معنی یہ ہے کہ جب مخبر حکم کا
فائدہ دے گا تو عالم بالحکم ہونے کا فائدہ
دے گا بغیر عکس کے جیسا کہ حفظت التوراۃ
بسیط اسکی وضاحت یہ ہے کہ فائدۃ الخبر اور لازم
فائدہ خبر دونوں لازم و ملزوم ہے اور لزوم
فائدوں میں یہ ہے کہ فائدۃ الخبر ملزوم ہے جہاں
فائدۃ الخبر ہوگا لازم فائدۃ الخبر ضرور ہوگا
لیکن اسکے برعکس جہاں لازم فائدۃ الخبر ہو
وہاں فائدۃ الخبر کا ہونا ضروری نہیں۔

زعم العلامۃ الخ ص 73 لائن 8

یہاں سے علامہ قطب کا موقف بیان کرنا
مقصود شارح ہے جو علامہ قطب الدین
کا فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر
کے بارے میں ہے۔

علامہ قطب الدین کے نزدیک فائدۃ الخبر

" " " " " " " " "

یہ ہے کہ سامع خبر سے حکم کا استفادہ
کرے اور لازم فائدۃ الخبر یہ ہے کہ
سامع کا خبر سے اس بات کا استفادہ کرنا
کہ مخبر حکم کو جانتا ہے
یہ موقف جو علامہ صاحب کا ہے مذہب اول

ہے کہ خلاف ہے مذہب اول صفحہ نمبر ایک
پر ہے اور علامہ قطب الدین نے جو کہا ہے
یہ صاحب مفتاح کی تصریح کے خلاف ہے لیکن
ماتن نے اپنی شرح ایضاح کے اندر جو وضاحت
کی ہے اسکے موافق ہے۔

اذا لو لم یحصل الخ ص 77 لائن (11)

تحریر: اس عبارت میں پہلے شارح نے بتایا کہ ماتن نے
ایضاح کے اندر دو قاعدے ذکر کئے ہیں اب یہاں
سے ان پر دلیل کو بیان کر رہے ہیں۔
پہلے قاعدے پر دلیل ہے کہ علم اول (فائدۃ الخبر)
جب بھی حاصل ہوگا علم ثانی (لازم فائدۃ الخبر)
ضرور حاصل ہوگا دلیل یہ ہے کہ اگر علم اول (فائدۃ الخبر)
خبر سے حاصل ہو اور علم ثانی (لازم فائدۃ الخبر)
حاصل نہ ہو تو پھر اسکی دو صورتیں ہونگی یا
تو علم ثانی (لازم فائدۃ الخبر) علم اول (فائدۃ الخبر)
سے پہلے ہوگا اور یا علم ثانی علم اول سے
نہ پہلے حاصل ہوگا نہ اب آئے گا یہ دونوں
صورتیں باطل ہیں کیونکہ اگر تم کہو کہ علم
ثانی (لازم فائدۃ الخبر) علم اول (فائدۃ الخبر)
سے پہلے تھا تو ہم کہتے ہیں کہ جب علم ثانی
علم اول سے پہلے حاصل ہوا پھر علم اول
اس خبر سے پہلے ہی حاصل ہوگا یا اس خبر سے
حاصل نہ ہوگا حالانکہ بات اسمیں ہے

علم اول سے مراد = فائدۃ الخبر
علم ثانی " " " = لازم فائدۃ الخبر

کہ علم اول نفس خبر سے حاصل ہو۔
مثال کے طور پر ایک شخص کہتا ہے کہ زید قائم
تو علم اول (فائدۃ الخبر) مخاطب کو حاصل
ہوگا اور علم ثانی (لازم فائدۃ الخبر) بھی
حاصل ہوگا اگر تم کہو کہ علم ثانی کا علم
مخاطب کو پہلے سے تھا یعنی مخاطب یہ جانتا تھا
کہ متکلم کو علم ہے تو پھر اس مخاطب کو زید قائم
کا علم بھی پہلے ہی ہوگا کیونکہ جب اسکے
ذہن میں ہے کہ متکلم اس بات کا کہ "زید قائم
کا علم ہے" تو پھر زید قائم بھی مخاطب کے ذہن
میں ضرور ہوگا پھر علم اول نفس خبر سے تو
نہ آیا اور اگر کہو کہ علم ثانی نہ پہلے تھا
اور نہ علم اول کے بعد آیا تو یہ بھی باطل ہے
کیونکہ جب متکلم بول رہا ہے کہ زید قائم اور
یہ مخاطب سن رہا ہے کہ متکلم زید قائم کہتا
ہے تو سننا اسکی دلیل ہے کہ متکلم کا علم ہے
کہ زید قائم ہے
لہذا یہ کہنا کہ علم اول کے بعد اور پہلے علم
ثانی حاصل نہیں ہوگا یہ بھی باطل ہے۔

فلذا علم الاول ص 77 لائن 2 کا

یہاں تک ایک فائدہ ذکر ہوا کہ جب علم
اول حاصل ہوگا تو علم ثانی ضروری حاصل
ہوگا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں
کہ علم ثانی حاصل ہو تو پھر علم اول بھی حاصل
ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ علم اول علم ثانی کے
حصول سے پہلے ہی حاصل ہو تو تحصیل حاصل
لازم آئے گا جو کہ باطل ہے جیسے حفظت
التوراۃ کی صورت میں۔

وحیکون قسمیۃ الخ ص 78 لائن (2)

نمبر ش ع - م - ج اعتراض کا جواب

ع آپ نے کہا کہ کبھی علم ثانی حاصل ہوتا ہے
علم اول نہیں جیسے کہ حفظت التوراۃ
کی صورت میں علم ثانی تو ہے لیکن علم اول
نہیں تو پھر اسکو فائدۃ الخبر کیوں کہتے
ہیں۔

ج یہ ٹھیک ہے کہ فائدۃ الخبر کا علم خبر سے
نہیں حاصل ہوا لیکن حکم کی یہ شان ہے
کہ اس کا علم خبر سے حاصل ہو جائے یعنی
اس صورت میں اسکو فائدۃ الخبر بالقوۃ
کہا جاتا ہے۔

ص 78 لائن (۱۹)

فان قیل لکثر اما صح الخ

ا یضا المتراض کرتا ہے ۔ اعتراض اول

غرض: آپ نے کہا کہ علم اول (فائدۃ الخبر) جب حاصل ہوگا علم ثانی (لازم فائدۃ الخبر) ضرور ہوگا۔ معترض کہتا ہے کہ ہمیں آپ کا یہ قاعدہ تسلیم نہیں کیونکہ کئی دفعہ ہم خبریں سنتے ہیں تو ہمیں علم اول تو آتا ہے لیکن ہمارے دل میں یہ بھی کھٹکتا نہیں کہ علم ثانی بھی حاصل ہے ۔ (جیسے کہ جب مخبر کو "زید قائم" میں شک ہو)

اعتراض ثانی ایضا اذا سمعنا الخ

لائن نمبر ۳

غرض: دوسرا اعتراض نقل کرنا غرض ہے۔

آپ نے کہا کہ یہ ضروری نہیں کہ علم ثانی حاصل ہو تو پھر علم اول بھی حاصل ہو

معترض کہتا ہے یہ قاعدہ ہمیں تسلیم نہیں وہ اسطرح کہ جب متکلم نے کہا زید قائم تو اس مخاطب اسکا معنی سمجھ لے گا کہ متکلم زید قائم کہتا ہے تو یہ جو بھی معنی مخاطب سمجھتا ہے یہی علم اول ہے لہذا علم ثانی کا بھی علم آئے گا۔ یاں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ علم جدید نہیں ہوگا۔

(۸۱ص) فالجواب عن الاول

غرض: پہلے اعتراض کا جواب دینا غرض شارح ہے

جواب

آپ کا پہلا اعتراض کرنا درست نہیں ہے کیونکہ جب علم اول آئے گا تو علم ثانی بھی ضرور آئے گا کیونکہ مخاطب کو اس بات کا علم ہے متکلم حکم کو جانتا ہے اسکی علت یہ ہے کہ مخاطب متکلم سے خبر سنتا ہے تو جب مخاطب متکلم سے خبر سنے گا تو بھی حکم کا فائدہ بھی ہو گا کیونکہ خبر کا سننا یہ علت ہے اور افادۂ حکم معلول ہے تو جب علت پائی جائے گی تو معلول بھی پایا جائے گا۔

والذهول انما هو عن العلم الخ

غرض: ا ۔ ع ۔ م ۔ ج (معترض کہتا ہے کہ)

ع: اعتراض یہ ہوتا ہے کہ تم نے کہا کہ عالم بالحکم کا کھٹکا تک بھی دل میں نہیں ہوتا تو آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ ضروری ہوتا ہے

ج: دل میں کھٹکا تک نہ ہونا یہ غفلت ہے اور علم سے غفلت جائز ہے اگر سامع غافل نہ ہے تو علم اس کیلئے ضروری ہو گا۔

وفیہ نظر

ع شارح نے جو پہلے اعتراض کا جواب دیا اسمیں نظر فرما رہے ہیں کہ ہم اسکی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ نفس خبر کا سننا اسکے "کونہا عالم بالحکم" ہونے کیلئے علت ہے بلکہ نفس خبر کے سننے کے ساتھ اسکا متوجہ ہونا بھی ضروری ہے

ج انکی مراد صرف نفس خبر کا سننا ہی علت نہیں بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ اس مخبر کا سننا جو خبر دینے کے درپے ہو یہ علت ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مخبر خبر دینے کے درپے اس وقت ہوگا جب سامع اسکی طرف متوجہ ہوگا۔

ومن الثانی الخ

نمبر ۲: اعتراض ثانی کا جواب دینا مقصود ہے

ج ایک شی پہلے سے حاصل ہو اور پھر دوبارہ اسی کی طرف التفات ہو تو پھر اسے علم نہیں کہتے بلکہ اسکو التفات اور استحضار کہتے ہیں اگر تسلیم کیا جائے کہ اسے علم ہی کہتے ہیں تو ہم اسکو اس صورت میں فرض کرتے ہیں جب وہ خبر کو مشاہدہ کرتے ہوئے مستحضر کررہے ہو تاکہ علم ثانی حاصل ہوگا نہ کہ علم اول حاصل ہوگا۔

ص 78 لائن سیکنڈ لاسٹ

فان قیل الخ

غرض = اعتراض فقط نقل کرنا ہے۔

ع: اگر تم کہو کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ جب جب
وہ حکم کا افادہ کرے گا عالم بالحکم ہونے
کا بھی افادہ کرے گا کیونکہ جائز ہے کہ
مخبر کی خبر ~~میں~~ مظنون ہو یا مشکوک
یا موہوم یا کذب محض ہو؟

قلنا الخ ص 79 پہلی لائن

ج: ہم نے کہا کہ علم سے یہاں مراد اعتقاد جازم مطابق
نہیں ہے بلکہ اس حکم کی صورت کا اسکے
ذہن میں حاصل ہونا ہے اور یہ ہر اس
عاقل میں ضروری ہوتا ہے جو خبر دینے
کے درپے ہو۔

س: وقد ینزل المخاطب العالم الخ عبارت
کی تحلیل و وضاحت تحریر کریں؟

ج: جب کوئی عالم (جاننے والا) اپنے علم کے مطابق عمل
نہیں کرتا تو اسے جاہل کے مرتبہ میں اتار لیا جاتا
ہے اور اسکو خبر دی جاتی ہے جیسے کوئی شخص عالم
ہونے کے باوجود نماز کا تارک ہو تو اسے کہا جاتا
کہ الصلوۃ واجبۃ

جب سائل (سوال کرنے والا) عارف ہو تو اسکے
علم و عرفان کا تقاضا ہے کہ وہ سوال نہ کرے
لیکن جب وہ کسی حکمت کے تحت سوال کرتا
ہے تو جواب دینا ضروری ہوتا ہے

(حاشیہ: جاننے والا ہو (جانتا ہو))

جیسے کسی کے سامنے کتاب پڑی ہو اور پوچھنے والا پوچھے یہ کیا ہے؟ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کتاب ہے تو اسے جواب دیا جاتا کہ یہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں عصا ہے لیکن حکمت کے تحت سوال کیا گیا اور حکمت یہ تھی کہ جب وہ عصا سانپ کی شکل اختیار کرے تو دونوں میں فرق ظاہر ہو جائے۔

قال صاحب المفتاح الخ ص ۹۷ لائن ۱۹

صاحب مفتاح نے کہا کہ اگر تم چاہو تو تم اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو "

"

شارح صاحب مفتاح کا قول ذکر کر رہے ہیں کہ صاحب مفتاح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

"

یہ عالم بالشیء کو جاہل بالشیء کے مرتبہ میں اتارنے کی مثال ہے اور اس مثال میں پہلی مثال کی نسبت عموم ہے کیونکہ پہلی مثال عالم بالفائدۃ کو جاہل بالفائدہ کے مرتبے میں اتارنا ہے اور اس مثال میں عالم بالشیء کو جاہل بالشیء کے مرتبے میں اتارا ہے اور یہ عام ہے

الصلوۃ واجبۃ

صاحب مفتاح نے کہا ہے اِنْ شِئْتَ فعلیۃ
اِنْ شِئْتَ کا مفعول کیا ہے۔
اس بارے میں دو موقف ہیں۔
(1) اسکا مفعول عالم بالشی کو جاہل بالشی کے
مرتبہ میں اتارنا۔
(2) اسکا مفعول عالم بالفائدہ و لازمہا ہے
نہ کہ عالم بالشی ہے۔
اسکا مفعول عالم بالشی ہے جیسا اسطرح
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہودیوں نے یہ بات
پہچان لی کہ وہ آدمی جس نے کتاب اللہ
کے عوض کتاب سحر کو خریدا تو اسکا آخرت
میں کوئی حصہ نہیں ہے الخ
آیت مبارکہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے اس بات
کو ذکر کیا کہ یہودی جادو کی برائی کو جانتے
تھے پھر آخر میں ذکر کیا کہ وہ نہیں جانتے
تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ جانتے بھی ہوں اور
نہ جانتے ہوں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں
کو علم تو تھا کہ جادو بری چیز ہے لیکن انہوں نے
اپنے علم کے مقتضی پر عمل نہیں کیا عمل کا مقتضی یہ تھا
کہ وہ جادو نہ کرتے حالانکہ وہ جادو کرتے
تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انکو جاہل بالشی
کے مرتبہ میں ~~اسمر~~ اتار کر فرمایا لو کانوا
یعلمون یعنی۔ یہودی نہ جانتے تھے

لا ان آیت میں 79

اس سے شارح انکار د کرنے گئے جنہوں نے کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ عالم بالفائدہ کو جاھل بالفائدہ کے مرتبے میں اتارنے کی مثال ہے۔

رد کرتے ہوئے شارح کہتے ہیں کہ یہ عالم بالفائدہ کی مثال نہیں ہے کیونکہ اگر یہ عالم بالفائدہ کی ،، بنائے تو اللہ تعالیٰ کے کلام کا مہمل ہونا لازم آتا ہے جوکہ درست نہیں۔ مہمل ہونے کی تین وجوہات

① جس نے عالم بالفائدہ کی مثال بنایا آیہ مبارکہ کو اسکے نزدیک مطلب ہوگا کہ اس کلام کو لہو دیول کیطرف محال کیا حالانکہ ایسی بات نہیں کیونکہ اسکا (آیت کا) خطاب حضور اور آپ کے اصحاب ہیں۔

(2) محقق نے کہا کہ لہو دیطرف لو کان لھم علی یزیدون الشراء محال کیا حالانکہ یہ متضمن بات ہے۔

(3) آیت میں اجتماع نقیضین لازم آرہا ہے آیت کے شروع میں کہا کہ وہ جانتے تھے اور لو کانوا یعلمون سے اس جاننے کی نفی ہو رہی ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ عالم بالشی کی مثال ہے نہ کہ عالم بالفائدہ کی۔

ثم اشار الی زیادۃ الخ

صاحب مفتاح نے اپنے اس قول سے عموم کی زیادتی کیطرف اشارہ کیا ہے کونسے قول سے کہ وجود الشیء کو عدم کے مرتبے میں اتار دیا جاتا ہے۔ اسکی مثال "وما رمیت اذ رمیت"

اضافی بحث آسانی کیلئے

کسی کو کسی کے مرتبے میں اتارنے کی تین اقسام ہیں۔

1. عالم بالفائدتین (عالم بالفائدہ والازم فائدۃ الخبر) کو جاھل کے مرتبے میں اتارنا اسکی مثال الصلوۃ واجبۃ ہے۔
2. عالم بالشیء کو جاھل کے مرتبے میں اتارنا اسکی مثال ولقد علموا لمن الخ ہے۔
3. وجود شیء کو عدم کے مرتبے میں اتارنا اسکی مثال "وما رمیت اذ رمیت" یہ والی قسم پہلی والی دونوں سے عام ہے۔

واذا کان قصد المخبر الخ ص 80

جب مخبر خبر سے فائدۃ الخبر یا لازم فائدۃ الخبر کا ارادہ کرتا ہے تو پھر مخبر کو چاہیے کہ بات بقدر حاجت کرے کیونکہ اگر لمبی عبارت بولے گا تو پھر وہ لغو ہوگی۔

واشار الی تفصیلہ الخ

غرض: مخبر کو کتنی عبارت بولنی چاہیے یہ بتانا مخبر میں شارح ہے۔

مخاطب کے تین حال ہوتے ہیں (1) یا تو حکم سے خالی الذہن ہوگا (2) یا حکم میں تردد ہوگا مخاطب کو (3) یا منکر حکم ہوگا مخاطب

پہلی (1) صورت میں تاکید لانے کی ضرورت نہیں اور دوسری (2) کی صورت میں تاکید لانے کی ضرورت نہیں یاں تاکید لانا اچھا ہے تاکہ مخاطب کو اطمینان ہو جائے اور تیسری صورت میں تاکید لانا واجب ہے لیکن تاکید اتنی لائی جائے گی جتنا انکار ہو

لا یکون عالما بوقوع النسبۃ الخ

غرض: ع ۔ م ۔ ج المقدر کا جواب دینا مخبر میں شارح ہے

س: آپ نے مخاطب کی تین حالتیں بتائی ہیں۔ آپ کا دوسری حالت کو ذکر کرنا فضول ہے کیونکہ یہ پہلی حالت میں داخل ہو جاتی ہے وہ اس طرح کہ پہلی حالت یہ ہے کہ مخاطب حکم سے خالی الذہن ہوگا اور حکم سے مراد نسبت ہے اور نسبت تب حاصل ہوگی جب اس میں تردد ہوگا۔ لہذا حکم کہنے سے تردد والی حالت (یعنی دوسری حالت) اس میں داخل ہو جاتی ہے

لہذا اسکو حکم کی حالت الگ طور پر بنانا
فضول ہے کیونکہ یہ پہلی حالت میں
داخل ہے؟

ج ① - یہاں حکم [redacted] کی معنی نسبت نہیں بلکہ اذعان
اور تصدیق ہے -

(2) حکم تصدیق ہے اور تردد تصور ہے اور
یہ دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے -

المستغنی علی الخ ص 80 اخرجا سے حوالہ
جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو تو کلام کو تاکید
کے ساتھ موکد کرنے کی ضرورت نہیں -
جن حروف سے تاکید لائی جا سکتی ہے وہ درج
ذیل ہیں ① انَّ ② لام (3) جملہ اسمیہ
(4) نون تاکید (5) جملہ اسمیہ کو دوبارہ ذکر کرنا
(6) امّا شرطیہ (7) حروف تنبیہ (8) حروف صلہ

قال الشیخ فی دلائل الخ ص 81
دلائل

غرض ع اعتراض مقدر کا جواب
ماتن کا کلام شیخ عبدالقاہر کے کلام کے مخالف
ہے وہ اس طرح کہ ماتن کے کلام سے معلوم ہو رہا ہے
کہ ایک مؤکد مثلاً انَّ کا استعمال اس صورت
میں ہوگا جب مخاطب متردد ہو اور شیخ کے
کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ انَّ کا استعمال اُس مخاطب
کیلئے ہوگا جسکو ظن ہو۔

جواب

ماتن کے کلام میں متردد سے مراد غیر جازم ہے
تو معنی یہ بنے گا اگر مخاطب کو حکم جزم نہ ہو
اور عدم جزم تردد اور ظن دونوں کو شامل
ہوتا ہے لہذا ماتن اور شیخ کے کلام میں کوئی
مخالفت نہیں۔

لانہ یؤدی الی انہ الخ

غرض:- یہاں سے شارح اس بات پر دلیل دے رہے ہیں
کہ انّ جواب میں اسوقت لایا جائے گا
جب سائل کو جواب کے خلاف کا گمان ہو۔
اگر سائل کو جواب کے خلاف کا گمان نہ ہو تو
انّ کا جواب میں لانا درست نہیں ہے کیونکہ
ایک شخص مثلاً کہتا ہے کہ کیف زید؟ زید کیسا ہے
تو اسکے جواب میں ہم صالح ٹھیک ہے کہیں
پھر یہ درست نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جواب
میں انّ نہیں ہے حالانکہ فصحاء اور بلغاء
کے کلام میں جواب انّ کے بغیر واقع ہوا
ہے جیسے کیف انت؟ اسکے جواب میں
علیل کہا جاتا ہے
اس سے پتہ چلا کہ جواب میں انّ اسوقت
لائے گے جب سائل کو جواب کے خلاف کا گمان
ہو اسکے علاوہ نہیں۔

س: ربنا یعلم انا الیکم لمرسلون اس مثال کی
مکمل وضاحت کریں مع اعتراض و جواب

ج: جب مخاطب حکم کا انکار کرنے والا ہو تو حکم
کو موکد کرنا واجب ہے۔ انکار کے اعتبار سے
جیسا کہ رب تعالیٰ نے ~~فرمایا~~ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے قاصدوں کے قصے کو بیان فرمایا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کو
پہلی مرتبہ جھٹلایا گیا تو انہوں نے کہا "انا الیکم
لمرسلون"۔ یہاں پر کلام کو موکد کیا گیا ہے اِنَّ
کے ساتھ اور جملہ اسمیہ کے ساتھ۔ اور جب
دوسری مرتبہ جھٹلایا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے قاصدوں کو تو قاصدوں نے کہا "ربنا یعلم انا
لمرسلون"۔ یہاں پر کلام کو قسم، اِنَّ، جملہ
اسمیہ، اور لام مبالغہ کے ساتھ موکد کیا گیا
ہے کفار کے انکار کرنے کے اعتبار سے کہ انہوں
نے کہا تھا "قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما
انزل الرحمن من شیء ان انتم الا تکذبون"

(12) ۸/۱/ء فکان اللّٰہ الرسل دعوھم الخ ۶

تمہید: اعتراض مقدر کا جواب دینا غرض شارح ہے

اعتراض: قاصد تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے نہ کہ اللّٰہ تعالیٰ کے تو اللّٰہ تعالیٰ نے بھیجنے کی نسبت اپنی طرف کیوں کی؟ "اِذْ اَرْسَلْنَا" کیا ہے جب ہم نے بھیجا۔

جواب: قاصد اللّٰہ کے رسول کے قاصد تھے اور جو اللّٰہ کے رسول کا قاصد ہوتا ہے تو اللّٰہ کا بھی قاصد ہوتا ہے اسی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ نے بھیجنے کی نسبت اپنی طرف کی

اعتراض ثانی

ع: کفار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کو یہ "(۱) وما انزل الرحمن من شئ" کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تم پر کوئی چیز نہیں اتارا) کیا کفار کا یہ کہنا قاصدوں کو بالکل درست تھا کیونکہ وحی تو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی نہ کہ حضرت عیسیٰ کے قاصدوں پر تو پھر کیا ضرورت تھی کلام کو مؤکد کرنے کی ؟

ج: قاصدوں نے اسطرح کفار کو اسلام کی دعوت دی کہ کفار نے قاصدوں کو اصحاب وحی گمان کر لیا۔ اور اللّٰہ کا رسول گمان کر لیا۔ اس بات پر بنیاد کرتے ہوئے کہ رسول اللّٰہ کی طرف سے پیغام اللّٰہ کی طرف سے پیغام ہے۔

فکذبوا فی نفس الرسالۃ الخ

اعتراض: اعتراض مقدر کا جواب

س: کفار کا مقصد تو رسالت کی نفی کرنا تھا
تو کفار نے "ما انتم الا بشر مثلنا" کیوں
کہا "ما انتم برسل اللہ" کہنا چاہیے تھا؟

ج: اگر ایسے ,, ,, ,, ,, ,, کہتے تو یہ رسالت
کی صراحتاً نفی ہوتی اور جبکہ "ما انتم الا
بشر مثلنا" میں رسالت کی نفی کنایۃ ہے
اور کنایہ صریح سے ابلغ ہوتا ہے اس وجہ
سے کفار نے "ما انتم الا بشر مثلنا" کہا۔

اذ کذبوا ای الخ ص 82 لائن 1

اعتراض: ع ۔ م ، ج

س: پہلی مرتبہ تو حضرت عیسی علیہ السلام نے دو بندے
بھیجے تھے تو تثنیہ کا صیغہ کذبا ہونا چاہیے
تھا کذبوا جمع کا صیغہ کیوں کہا؟

ج: پہلی دفعہ تو دو ہی تھے لیکن دوسری دفع جو تیسرا
گیا اس نے بھی تو اس بات کی تبلیغ کی جو پہلے
والوں نے کی تھی تو جب پہلے دو کی پہلی دفع کفار نے
تکذیب کی تو گویا کہ تیسرے کی بھی پہلی دفع انہوں نے
,, ,, اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا

ص 82

وسمی الضرب الاول الخ لائن 5

مخاطب کی تین حالتوں میں سے پہلی حالت کو ابتدائی دوسری حالت کو طلبی اور تیسری حالت کو انکاری کہتے ہیں اور مخاطب کی تینوں حالتوں کے مطابق کلام کو لانا یہ مقتضی ظاہر کے مطابق کلام کو لانا کہتے ہیں

وهو اخص الخ ص 82 لائن (9)

س مقتضی ظاہر اور مقتضی حال کے درمیان کیا نسبت ہے؟

ج " " " " " " کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے مقتضی ظاہر یہ اخص مطلق ہے اور مقتضی حال اعم مطلق ہے ہر مقتضی ظاہر مقتضی حال ہوگا لیکن ہر مقتضی حال " " نہیں ہوگا۔

فان قلت اذا جعلت الخ لائن (11)

غرض آپ نے کہا کہ جب مقتضی ظاہر پایا جائے گا تو مقتضی حال ضرور پایا جائے گا معترض کہتا ہے کہ یہ ہمیں تسلیم نہیں کیوں کہ ہم ایک ایسی مثال دیکھاتے ہیں کہ مقتضی ظاہر پایا گیا ہے لیکن مقتضی حال نہیں پایا گیا

مثال ایک شخص حکم کا انکار کر دیا ہو اور ہم اسکو غیر منکر بنائیں اور اسکے ساتھ کلام کریں کلام کے ساتھ تاکید لائیں جیسے ان زید اقائم تو یہ مقتضی ظاہر کے موافق ہے کیونکہ وہ منکر ہے تاکید کا تقاضہ کرتا ہے

لیکن مقتضی حال کے مطابق نہیں کیونکہ عالم نے منکر کو غیر منکر بنایا ہے لہذا مقتضی حال عدم انکار بن گیا اور عدم انکار چاہتا ہے کہ تاکید نہ لائی جائے۔

لہذا آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب مقتضی ظاہر پایا جائے گا مقتضی حال بھی پایا جائے گا کیونکہ مذکورہ مثال میں مقتضی ظاہر پایا گیا ہے لیکن مقتضی حال نہیں۔ لہذا انکے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی نہ ہوگی بلکہ " " " من وجہ کی ہوگی ہے

قلنا الخ

غرض مص ج مذکورہ اعتراض کا جواب دینا غرض ہے۔ ہم آپکی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہ مقتضی حال کے مطابق نہیں ہے بلکہ یہ مقتضی حال کے مطابق ہے۔ کیونکہ حال دو قسم کا ہوتا ہے

(1) ظاہر الحال

(2) غیر ظاہر الحال

جو مصنف نے مثال دی اسمیں ظاہر الحال انکار ہے اور غیر ظاہر الحال عدم انکار ہے لہذا ظاہر الحال حال کی ایک قسم ہے جب کلام مقتضی ظاہر کے مطابق ہوگا تو مقتضی حال کے بھی مطابق ہوگا یہ کلام غیر ظاہر الحال کے مطابق نہیں ہے لیکن اس سے

۵ مثال ومآ ابرئ نفسی ان النفس الخ
آیت کے اس حصہ میں سوال کا سبب ہے
سائل نے سوال کیا کہ نفس برائی کی دعوت
دیتا ہے یا نہیں تو اسکا جواب دیا گیا ان النفس
الخ بیشک نفس برائی کی دعوت دیتا۔
مثال ۶ "صل علیھم ان صلوتک سکن لھم"
اس آیت میں سوال کا سبب موجود ہے تو سائل نے
سوال کیا کہ کیا حضور کی دعا ان کیلئے فائدہ
مند ثابت ہوگی تو فرمایا گیا کہ ہاں حضور
کی دعا ان کیلئے فائدہ مند ثابت ہوگی ان صلوتک الخ
مثال ۷ "یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة الخ
اس آیت میں بھی سوال کا سبب موجود ہے۔
سائل نے سوال کیا کہ آخرت میں اعمال پر
سزا و جزاء ہوگی یا نہیں ؟ تو ان کو جواب
دیا گیا ان زلزلة الساعة شئ عظیم کہ
قیامت کا زلزلہ امر عظیم ہے۔
ان تین مثالوں میں فقط جنس خبر کی
طرف اشارہ ہے اور و لا تخاطبنی فی الذین الخ
والی آیت میں جنس خبر کے ساتھ ساتھ خصوص
خبر کی طرف بھی اشارہ ہے۔

۵ انکار نہیں کر رہا

دوسری صورت ص 84 الی 86

کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کی دوسری صورت
غیر منکر کو منکر کی طرح بنادیا جاتا ہے جب غیر منکر پر
انکار کی علامات میں سے کوئی علامت ظاہر ہو
جیسے جحل بن نضلہ کا قول "جاء شقیق الخ
شقیق آیا اپنے نیزے کو چوڑائی میں رکھتے
ہوئے پس شقیق اس بات کا منکر نہیں
کہ اسکے چچا کے بیٹوں کے پاس نیزے ہیں
لیکن شقیق کا اپنے نیزے کو چوڑائی
کی حالت میں دکھانا یہ انکار کی علامتوں
میں سے ایک علامت ہے کہ اس کے چچے
کے بیٹوں کے پاس نیزے نہیں ہیں پس اسکو
(شقیق) کو منکر کے مرتبہ میں اتار دیا گیا اور کہا گیا
کہ بیشک تیرے چچا کے بیٹوں کے پاس نیزے
ہیں اور کلام اِنَّ کے ساتھ موکد کیا گیا ہے
وہ کلام یہ ہے (جاء شقیق عارضا رمحہ ؛
اِنَّ بنی عمک فیھم رماح"

قولہ ومثلہ الخ

یہاں سے شارح نے ایک اور مثال دی کہ اللہ
تعالی نے ارشاد فرمایا (ثم انکم بعد ذلک
لمیتون)۔ یہاں مخاطب موت کے منکر تو نہیں
تھے لیکن غفلت میں زندگی گزارنا اور
نیک اعمال سے اعراض کرنا موت سے انکار
کی علامت لہذا انکو منکر کے مرتبہ میں اتار دیا گیا

اور کلام کو اِنَّ و لام کے ساتھ مؤکد کیا گیا۔
کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کی تیسری
صورت من 84 لائن (13)
منکر کو غیر منکر کیطرح بنا دیا جاتا ہے جبکہ
منکر کے ساتھ ایسی دلیل یا شواہد ہوں کہ
اگر وہ اسمیں غور و فکر کرے تو اسکا انکار
دور ہو جائے گا
منکر کے پاس دلیل ہونے کا کیا مطلب ہے؟
" " " " " " " یعنی یہ
ہے کہ منکر کو معلوم ہو یا اسکو محسوس
ہو جیسا کہ ایک منکر اسلام کو کہیں
(الاسلام حق) بغیر تاکید کیونکہ اسکے
پاس ایسے دلائل موجود ہیں جو کہ
حضور علیہ السلام کی نبوت پر دلالت
کرتے ہیں لیکن وہ اسمیں غور و فکر نہیں
کرتا ہے تاکہ وہ انکار سے رجوع کرے

دلیل

تیسری صورت کی مثال
رب تعالٰی کا فرمان "لاریب فیہ"